رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے | عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

الفضل

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

جلد ۴ | یکم اگست ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ | نمبر ۸

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح کو بفضل خدا تعالیٰ سے آرام ہے۔

گذشتہ ہفتہ میں مندرجہ ذیل احباب تشریف لائے۔ ابراہیم محمد دین - نورالدین - شیخ الہٰی بخش تاجر - منشی عبدالرحیم عبدالرحیم - میر محمد - بوٹے خان رحیم بخش - چھوٹے خان - منشی عبدالکریم - حسین بخش - اللہ دتا مستری - حافظ عبدالرحمٰن - نواب دین - امیر بخش - عبدالغفور - مالا - رحمت - اللہ دتہ - ماسٹر طفیل احمد صاحب - چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بی - اے - بیرسٹر ایٹ لا - سید انعام اللہ شاہ صاحبان -

ناظرین الفضل کو عید مبارک ہو

اخبار احمدیہ

دہلی سے جناب مولوی خلیل احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں - کہ اتوار کے روز احویم شیخ فضل کریم کے مکان پر دہلی کی احمدی خواتین کا اجتماع ہوا - عاجز کی تقریر ہوئی - ان کو سمجھایا گیا - کہ احمدیت کیا ہے - اور سیدنا مسیح موعودؑ کی شان کیسی ہے - اور آپ کی صداقت کے دلائل کیا ہیں بہت غور اور توجہ کے ساتھ ساری عورتوں نے ۱۱ بجے دن سے ۲ بجے دن تک عاجز کی تقریر کو سنا - ان کے ساتھ بعض غیر احمدی عورتیں بھی تھیں - ان پر بھی بہت اچھا اثر ہوا - ان کی خواہش ہے - کہ ہر اتوار کو انہیں بھی وعظ سنایا جائے۔ مکان کے مردانہ حصہ میں احمدی احباب بھی جمع تھے - ان کے ساتھ چند غیر احمدی مرد بھی آئے تھے - یہ لوگ بھی بہت متاثر ہوئے۔

(۲) حیدر آباد دکن سے مکرم معظم جناب سید بشارت احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں - کہ انہوں نے حضور نظام کی خدمت میں مسجد احمدیہ بنانے کی اجازت مانگی ہے - احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں۔

نماز جنازہ جناب مفتی فضل الرحمٰن صاحب کا سب سے چھوٹا بچہ ۲۴ - جولائی کو فوت ہو گیا - احباب جنازہ غائب پڑھیں - اور مرحوم کی والدہ جو کہ ڈیڑھ سال سے بیمار ہے - بچے کے فراق میں بہت مضمحل ہو رہی ہے احباب ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرماویں۔

کتاب پہنچ گئی اخویم بابو محمد عثمان صاحب لکھتے ہیں کہ جناب مولانا مولوی غلام امام صاحب احمدی شاہجہانپوری مقیم منی پور ملک آسام نے کتاب

(باہتمام ایڈیٹر شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام میں چھپا)

تم مبلغ بنو خدا کے لئے

(۱)

ایک عیسائی مبلغ

ایک مس کا کارنامہ پڑھ کے حیراں رہ گیا
کیا ہی سچا جوش تھا اس قلب میں ارشاد کا
حبشیوں کے ایک گاؤں میں تن تنہا گئی
کچھ بھی خوف آیا نہ اُن کے ظلم کا بیداد کا
وہ تو آدم خور تھے بس دیکھتے ہی پل پڑے
اس طرف مس نے دکھایا شعبدہ بہزاد کا
رعب کچھ ایسا جمایا مارنے سے ہٹ گئے
یہ کرشمہ تھا فقط اسباب نو ایجاد کا
دین کی باتیں سنائیں اور وہ سننے لگے۔
حوصلہ بڑھنے لگا کچھ کچھ۔ دلِ ناشاد کا
ایک دن خونخوار وحشی جوش میں پھر آگئے
آگ کی بھٹی میں ڈالا جسم موئل باد کا
بچ گئی لیکن وہاں سے پھر بھی وہ بھاگی نہیں
جاری رکھا کام اپنے مذہبی ارشاد کا
کاٹ ڈالا ہاتھ اک ظالم نے آکر طیش میں
تاکہ دیکھے راہ جلدی سے عدم آباد کا
مسکرا کر تھینک یو*۔ بولی مس سیمیں بدن
سر میں اک سودا تو دل پہلو میں تھا فرہاد کا
دو دو بلکہ چار چار ایام تک بھوکی رہی۔
حوصلہ دیکھیں مرے بھائی ذرا اک دم زاد کا
اور پھر اپنی طرف دیکھیں صحابہؓ کے مثیل
کسقدر ہے فکر ان کو دین کی بنیاد کا

(۲)

بابی مبلغ

باب کے پیرو بہت گمراہ ہیں لیکن سنو
ہوتے ہوتے ہو گئے مقتول انمیں سے ہزار
جس کو حق سمجھے اُسے پہنچا کے چھوڑا غیر کو
یہ تھے ان کے حوصلے یوں ہمتیں تھیں استوار
اک مبلغ کے لئے یہ حکم تھا مارو اسے
سر کی چوٹی سے نکالو دانت اس کے آبدار
جب ہتھوڑے کی پڑیں ضربیں تو وہ کہنے لگا
دوستو! حق حق ہی ہے گو ہو نہ تم کو اعتبار
دوسرے کا حال یوں لکھا ہے اک مضمون میں
جب کیا جلاد نے تلوار کا گردن پہ وار
گر گئی پگڑی زمیں پر تو مبلغ نے کہا۔
میری پگڑی نے کیا ہے کیا قصور اے شہریار
مذہبی سودا تو میرے سر میں ہے اس پر چلا
تاکہ جلدی جا ملے آقا سے روحِ کامگار

(۳)

بدھ مذہب کا مبلغ

ایک دن آنند نے اپنے گورو بدھ سے کہا
بھیجئے تبلیغ کی خاطر مجھے جلدی کہیں
بدھ نے فرمایا کہ یہ رستہ بہت دشوار ہے
تم سناؤ گے مگر لوگوں نے کچھ سننا نہیں
ٹوٹ جائیگا تمہارا دل تو واپس آؤ گے
اور یوں پھیلا نہیں کرتا عزیز من یہ دین
عرض کی آنند نے تبلیغ میرا کام ہے
آخر کار انکا اک دن آہی جائیگا یقین
بدھ نے فرمایا کہ دینگے گالیاں تجھ کو ضرور
عرض کی آنند نے پرواہ مجھے بالکل نہیں
بدھ نے فرمایا کہ ہاتھوں سے جو مارینگے تجھے۔
پھر بتاؤ چھوڑ کر آجاؤ گے کیا وہ زمین
عرض کی آنند نے پھر بھی تمام تر ہے
جان سے مارا نہیں ہو کر نہایت خشمگین
چھوڑ کر تبلیغ لوٹ آنا سمجھ لوں گا حرام
اور میں دھونی رما کر بیٹھ جاؤنگا وہیں
بدھ نے فرمایا اگر وہ جان ہی سے ماردیں
عرض کی آنند نے مل جائیگا در ثمین
یعنی یہ نرواں ہے میرا یہی مقصود ہے
اس کے پانے کے لئے تڑپے دلِ زار و حزین

(۴)

احمدی مبلغ توجہ کریں

اب بتا احمد رسول اللہ کے پیرو مجھے
کیا ارادہ ہے ترا دین کی اشاعت کے لئے
تم میں ہے کوئی؟ جو للہ چھوڑ دے اپنا وطن
باندھ لے کفنی گلے میں حق کی نصرت کے لئے
تم میں ہے کوئی؟ جو اُس خاتون سا رکھتا ہو دل
وحشیوں میں جا رہے اسلامی خدمت کے لئے
تم میں ہے کوئی؟ جو کھائے گالیوں پر گالیاں
پھر بھی وہ ہمت نہ ہارے اک صداقت کے لئے
تم میں ہے کوئی؟ جو ماریں کھائے پھر بھوکا رہے
ایک اللہ کے لئے قوموں کی دعوت کے لئے
تم میں ہے کوئی؟ جو غربت میں گذارے زندگی
محض اس دین خداوندی کی عزت کے لئے
تم میں ہے کوئی؟ مثیلِ حضرت عبداللطیفؓ
جو بنے مظلوم پھر حق کی شہادت کے لئے
احمدِ مرسل کے ایسے نام لیوا ہیں بہت
ننگ ہے اکمل ہی لیکن اس جماعت کے لئے

حج بدل

اگر کوئی صاحب جو خود حج نہ کر سکتے ہوں۔ اپنے یا اپنے کسی اور رشتہ دار کی طرف سے حج کرانا چاہیں۔ تو ایک احمدی حاجی حسن اتفاق سے ہندوستان آئے ہوئے ہیں۔ صرف ایک طرف کا خرچ قریب دو سو روپے دینے سے حج ہو سکیگا۔ مزید خط وکتابت دفتر الفضل سے کریں۔

ضرورت

دکن میں دو ایسے مسلمان گریجوایٹوں کی ضرورت ہے۔ جو عربی اور فارسی میں اچھی لیاقت رکھتے ہوں۔ مشاہرہ مبلغ دو سو سے ابتدا ہوگا۔ اگر کوئی احمدی بھائی جانا چاہتے ہوں۔ تو مزید حالات دریافت کرنے کے واسطے مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار صادق قادیان کے ساتھ خط وکتابت کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - یکم اگست ۱۹۱۶ء

ایک استکبار شکن شہادت

مولوی محمد علی صاحب کے خلاف

ہمارے ترجمۃ القرآن پر ایک معزز انگریزی اخبار کا ریویو

خدا تعالیٰ جس طرح ہمیشہ سے اپنے برگزیدہ بندوں کی مدد اور تائید کرتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کی پشت پناہ بھی ہوتا ہے۔ جو اس کے کسی برگزیدہ انسان کے سایہ میں آکر پناہ لیتے۔ اور اپنا آپ اس کے سپرد کر دیتے ہیں لیکن چونکہ ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت اس فرستادہ خدا کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک وہ اپنے آپ کو اس قابل بنائے رکھتے ہیں کہ انہیں پورا پورا متبع اور کامل فرمانبردار کیا جا سکے۔ تو وہ تائید الٰہی سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ شامت اعمال کی وجہ سے اپنی حالت پر قائم نہ رہیں۔ بلکہ گر جائیں۔ تو خدا تعالیٰ کی تائید اور مدد کا ہاتھ بھی ان کی پیٹھ سے ہٹ جاتا ہے۔ اور وہی ہاتھ ان لوگوں کا سہارا بنجاتا ہے جو اس وقت اپنے آپ کو نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اعلےٰ درجہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ممکن تھا کہ دنیا سے مٹ جاتی۔ اور ہو سکتا تھا۔ کہ اہل دنیا اس سے بالکل ناواقف اور ناانجان ہو جاتے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے ایک عظیم الشان نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر اس کو تازہ کر دیا۔ اور بھولنے والوں اور ناواقفوں کو آگاہی بخشدی۔ اب کوئی شخص اس سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا اس زمانہ میں آپکے ذریعہ قائم شدہ سلسلہ میں اس قسم کی کئی ایک مثالیں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ جن کو دیکھ کر کوئی شخص اِسبات کے قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔ کہ واقعہ میں خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو اس کے برگزیدہ انسان کے سچے متبع اور کامل اطاعت شعار ہوتے ہیں۔ اور جنہیں یہ وصف نہیں پایا جاتا۔ یا ایک وقت پایا جاتا تھا۔ لیکن پھر نہیں رہتا۔ وہ اس سے بالکل محروم ہوتے یا کر دئے جاتے ہیں ؛

ہم اس وقت اسی قسم کی ایک مثال کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے خوف خدا اور سینہ صفا رکھنے والے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں ؛

مولوی محمد علی صاحب کا گھمنڈ۔

مولوی محمد علی صاحب جو آجکل جماعت احمدیہ میں تفرقہ کا موجب بنکر چند ایک آدمیوں کے امیر بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے اعتقادات کی درستی اور اعمال کی شائستگی کی وجہ سے ایک وقت انکی نسبت خیال کیا جاتا تھا۔ کہ ان کی تحریروں میں ایک خاص اثر ہے۔ گو یہ اثر اسی وجود باجود کی اتباع اور فرمانبرداری کی وجہ سے تھا۔ اور اسی سے روشنی اور نور حاصل کرنے اور دیگر بزرگان دین کے سامنے زانوئے ادب خم کرنے کے باعث تھا۔ تاہم مولوی محمد علی صاحب ہی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اور یہ ان کی خوش قسمتی تھی۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس اخلاص اور صحت اعتقاد کی وجہ سے جو کہ اب نہیں رہا۔ انہیں اسبات کی توفیق دے رکھی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعودؑ کے چشمۂ فیض سے نکلے ہوئے آب زلال اور بزرگان ملت کے کلمات کو جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دے لیکن آہ! ابلیس جس نے حضرت آدم کے عیش و آرام کو مکدر کر کے انہیں ابتلا میں ڈالا تھا۔ اور جو ابتدا سے ہی ہر ایک انسان کا دشمن اور گمراہ کرنے والا قرار پا چکا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب میں بھی حلول کرنے کی تاک میں لگا ہوا تھا۔ اور افسوس کہ آخر کار کامیاب ہو گیا۔ مولوی محمد علی صاحب کو اپنی ان تحریروں کی قبولیت اور اثر کو دیکھ کر جو ان کی طرف منسوب تو کی جاتی تھیں۔ لیکن در اصل انکی نہ ہوتی تھیں۔ یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اور میرا وجود بھی اس سلسلہ کے لئے بطور ایک ستون کے ہے۔ افسوس یہی خیال اس کے لئے ایک بہت بڑے نقصان کا موجب ہوا۔ اگر وہ اسبات پر غور کرتا۔ کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ کچھ کر رہا ہوں۔ بلکہ جو کام مجھ سے ہو رہا ہے۔ یہ اسی وجود مقدس کی برکت سے ہو رہا ہے جسکے سایہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ تو آج اسے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا ؛

ایک خیال باطل کا انجام

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے لئے موجودہ اختلاف کی بنیاد رکھنے اور پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کی اصل وجہ بھی یہی بات ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے سمجھا کہ جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں۔ ہمارے سہارے سارا کاروبار ہو رہا ہے۔ اور ہمارے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا چنانچہ انہیں میں سے ایک نے کہہ بھی دیا کہ جہاں اس وقت احمدی بھرے نظر آتے ہیں۔ وہاں تھوڑے عرصہ بعد عیسائی نظر آئینگے۔ لیکن یہ نادان نہیں جانتے تھے کہ یہ سلسلہ کسی انسانی طاقت سے نہیں چلایا گیا۔ کہ اس کے قیام کے لئے موٹے تازے انسانوں کی ضرورت پڑے بلکہ یہ خدا تعالےٰ کا جاری کردہ سلسلہ ہے۔ اور خدا کو کسی کی ذرہ بھر بھی احتیاج نہیں۔ اسی نے پہلے اس کو چلایا ہے۔ اور وہی اب بھی چلائیگا۔ وہ انسان جو دین کی تھوڑی بہت خدمت کر کے اس پر تکبر اور عجب کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اگر میں نہ ہوتا۔ تو یہ کام ہی نہ ہو سکتا وہ نادان ہے۔ اور نہیں جانتا کہ مجھے جس ہستی نے اس کام کے کرنے کی ہمت اور توفیق بخشی ہے۔ وہ ایک کمزور سے کمزور اور ناتواں سے ناتواں انسان کو مجھ سے زیادہ زبردست اور طاقتور بنا کر مجھ سے بہت زیادہ کام لے سکتی ہے۔ اسی بات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے غیر مبائعین کے امیر اور اس کے رفقاء کو ٹھوکر لگی۔ ان کے خیال میں تھا کہ سلسلہ کے کاروبار کو ہمارے سوا اور کوئی نہیں چلا سکتا۔ جب ہم ہی الگ ہو جائینگے اور کام بگڑنے لگیگا۔ تو خود ہماری منتیں اور خوشامدیں کر کے ہمارے سپرد کر دیا جائے گا۔ اور اسطرح ان لوگوں کو جو ہماری طاقت اور ہمت کا لوہا ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ عملی طور پر ایک ایسا سبق آجائے گا۔ جسکے کبھو بھولنے

کا پھر کبھی اندیشہ نہ رہے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جس طرح ان کے وجود کو ایک پل میں اپنی برگزیدہ جماعت میں سے نکالکر باہر پھینک دیا۔ اسی طرح ان کے تمام خیالات کو بھی باطل اور لغو ثابت کرکے دکھا دیا۔ انہیں اپنے علم پر گھمنڈ تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان سے بہت زیادہ علم رکھنے والے بھیجدئے۔ انہیں اپنی ڈگریوں پر گھمنڈ تھا خدا تعالیٰ نے اس تھوڑے سے عرصہ میں ان کی بجائے بہت زیادہ ڈگری یافتہ بھیجدئے۔ انہیں اپنے مال و دولت کا گھمنڈ تھا۔ خدا تعالیٰ نے بہت زیادہ مال بھیج دئے۔ غرضیکہ کوئی ایسی چیز نہ رہی۔ جس کا انہیں گھمنڈ تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس سے بڑھ چڑھ کر عنایت نہیں کردی۔ یہ حالات ان کے لئے خاص طور پر عبرت کا سبق پڑھانے والے تھے۔ لیکن افسوس کہ انکی وہ آنکھیں جن سے خدا کی نصرت دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ دل جن سے حق کی سمجھ آتی ہے۔ چھین لئے گئے۔ اس لئے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے ۞

خدا کا فضل ہمارے ساتھ ہے۔

اس وقت ہم اس بات کے ثبوت میں کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت ہمارے ساتھ ہے ایک بات پیش کرتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھ کر فائدہ اٹھانے والوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی ۞

سنہ ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے ایک عیسائی رسالہ "کلکتہ ریویو" میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے متعلق لکھا گیا تھا۔ کہ اس میں ایسے انگریزی محاورات، استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن کو کوئی اجنبی آدمی استعمال کر ہی نہیں سکتا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریویو آف ریلیجنز میں جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے۔ جو انگریز ہے۔ اور یہ نقشہ جواب ہمارے سامنے ہے۔ بعینہٖ وہی ہے جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے مددگار شامی عیسائی کی جسکو وہ جبر مل کہتے تھے۔ نقل ہے۔ یعنی اس کے خیال میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عیسائی چھپایا ہوا تھا۔ اور اس سے عبارت بنوا کر الہام کہدیتے تھے۔ اسی طرح مرزا صاحب نے کوئی انگریز چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ جو ان کے مضامین کو انگریزی میں شائع کرتا رہتا ہے ۞ یہ رائے ریویو آف ریلیجنز کے کسی ایسے مضمون کے متعلق نہیں تھی۔ جو صرف مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے نکلا ہوا تھا۔ بلکہ "رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں جو کچھ لکھا جاتا ہے" وہ سب کچھ اس کے مدنظر تھا۔ اس بات کا اب تو شائد مولوی محمد علی صاحب کو اقرار نہ ہو۔ لیکن اس وقت ضرور تھا کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر صرف وہی نہیں۔ بلکہ اور بھی کئی ایک اصحاب ہیں۔ چنانچہ کلکتہ ریویو کے اسی مضمون کے جواب میں انہوں نے لکھا تھا کہ "ایڈیٹران رسالہ ہذا (ریویو آف ریلیجنز) شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

پس کلکتہ ریویو کی رائے نہ صرف مولوی محمد علی صاحب کی انگریزی دانی کے متعلق تھی۔ بلکہ اُن سب اصحاب کے لئے تھی۔ جن کے مضامین ریویو آف ریلیجنز میں چھپتے تھے اس لئے وہ بھی اس تعریف کے اسی طرح حقدار تھے۔ جیسے مولوی محمد علی صاحب تھے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے مداح کلکتہ ریویو کے یہ لکھ دینے پر کہ وہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے جو انگریز ہے۔" پھولے نہ سماتے تھے اور مولوی محمد علی صاحب کی قابلیت اور انگریزی دانی کے متعلق یہ بہت بڑی سند سمجھی جاتی تھی۔ مولوی محمد علی صاحب میں بھی اس سے گھمنڈ اور خود ستائی کا کیڑا پیدا ہو گیا تھا۔ جو بالآخر خوراک ملتے ملتے اس قدر بڑھ گیا۔ کہ جس کی وجہ سے موجودہ حالت پر پہنچ گئے۔ گو مولوی صاحب موصوف کے لئے ان کی موجودہ حالت خود ستائی کے نقصان کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی سبق ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ ابھی تک انہیں کلکتہ ریویو کے عیسائی نامہ نگار کی مذکورہ بالا رائے کی وجہ سے اپنی قابلیت کا گھمنڈ ہو۔ اور وہ اپنا ثانی کسی اور کو نہ سمجھتے ہوں۔ اس لئے ہم صوبہ مدراس کے ایک معزز اخبار "مدراس ٹائمز" کا وہ ریویو جو اس نے ترجمۃ القرآن انگریزی کے پہلے پارہ پر کیا ہے۔ درج ذیل کرتے ہیں جسکو پڑھ کر مولوی صاحب موصوف کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اگر اپنی بدقسمتی سے وہ خدائی سلسلہ میں نکل رہے۔ تو اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا نے ان سے بہت زیادہ علم اور قابلیت کے انسان مہیا کر دئے ہیں ۞

مدراس ٹائمز کا ریویو

اخبار مذکور اپنے ۸ جون کے پرچہ میں "ہندوستان میں مہدی" کے عنوان کے ماتحت رقمطراز ہے کہ:۔

"ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ مالابار کے ساحلی قصبوں میں کچھ مدت ہوئی۔ قدرے شورش بپا ہوئی تھی جس کا باعث یہ تھا کہ اس علاقہ کے بعض مسلمان ایک نئی اسلامی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ جو احمدی جماعت کے نام سے مشہور ہے اس جماعت کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے۔ احمدؑ کی یہ تعلیم ہے کہ آنے والا مسیح میں ہوں اور مہدی ہوں۔ بہت سے لوگ ان کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ غلام احمدؑ (علیہ الصلوۃ والسلام) سنہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے۔ اب ان کا لڑکا محمود احمد خلیفہ ثانی کہلاتا ہے۔ اور احمدی جماعت کی اشاعت بدستور جاری ہے۔ اس نئی جماعت کے ہندوستان میں بااثر ہونے کا یہ ثبوت ہے، کہ اس نے ترجمۂ قرآن شائع کیا ہے۔ جس کے ساتھ مفصل تفسیری نوٹ ہیں۔ اس کا پہلا حصہ شائع ہو گیا ہے۔ اور ہمیں بھی اس کی ایک جلد ملی ہے، یہ ایک نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اس میں قرآن کا عربی متن آیت بہ آیت دیا ہوا ہے اور ہر ایک آیت کا انگریزی میں ترجمہ دیا ہے۔ اور خوب لمبی تفسیر کی ہوئی ہے۔ یہ ایک انجمن مترجمان کی تصنیف ہے۔ جسمیں گریجوایٹ اور عالمانِ شریعت اسلام اور علم عربی کے ادیب شامل ہیں۔ احمدی مذہب خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ یہ تصنیف عالمانہ تصنیف ہے۔ انگریزی ایسی اعلیٰ ہے جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ انجمن مترجمان میں کچھ

برطانوی احمدی ہیں - اس کتاب کو میسرز ایڈیسن اینڈ کو مدراس نے چھاپا ہے۔ اور ان کا نام اِس بات کی ضمانت ہے کہ کتاب کی لکھائی چھپائی عمدہ ہے - یہ ایک نہایت عجیب اور شاندار تصنیف ہے۔ اور اس کی تفسیر ایک کار عظیم - دیباچہ منفصلہ ذیل پُرجوش الفاظ سے شروع ہوتا ہے "اے طالبان صداقت اور جویان ہدایت مژدہ ہو - کہ وہ ہدایت نامہ جو خود خدا تعالےٰ نے انسان کی بہتری کے لئے نازل فرمایا تھا - تمہارے تک ایک ایسی زبان میں پہنچایا جاتا ہے - جسے تم سمجھ سکتے ہو - ہاں وہ آواز جو آج سے تیرہ ۱۳ سو سال پہلے اس وقت جبکہ دنیا میں تاریکی اور ظلمت بحر ذخار کی طرح لہریں مار رہی تھیں - اور جہالت اور غفلت عقل انسانی پر سایہ فگن تھیں - غار حرا سے عربی زبان میں بلند ہوئی تھی - آج اردو زبان میں ان گم گشتگان کی راہنمائی کے لئے بلند کی جاتی ہے - جو بعینہٖ انہیں لوگوں کی طرح جو آج سے تیرہ ۱۳ سو سال پہلے گذرے ہیں جویان حق تو ہیں - لیکن انہیں حق سنانے والا کوئی نہیں ہاں اے تشنہ کاماں آبِ رُوحانی جس آبحیات نے تیرہ ۱۳ سو سال پہلے مردوں کو زندہ کر دیا تھا اسی کے چھلکتے ہوئے کاسے تمہارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ تم بھی اپنی پیاس بجھاؤ اور حقیقی زندگی کا لطف اُٹھاؤ "

"ہمارے ناظرین ملاحظہ کرینگے - کہ نہ صرف یہ عبارت ہی پُرجوش ہے - بلکہ انگریزی بھی حقیقی انگریزی ہے - اور جس طرز پر اس تمام کتاب میں زبان کا لحاظ رکھا گیا ہے - وہ کچھ کم شاندار نہیں - قرآن کی پہلی آیت اِسطرح شروع ہوتی ہے - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اس پر تفسیری نوٹ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ عربی نام اللہ ذات احدیت مآب کے لئے ایک خاص نام ہے - عبرانی میں جو عربی کی طرح سامی زبان ہے خدا تعالیٰ کے نام کو الوہسیم بصیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے - اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس واحد شکل کو قائم رکھنے سے اس بات کا اظہار کیا ہے - کہ محمدی مذہب توحید باری کا خصوصیت سے طور پر اظہار کر رہا ہے - یہ کتاب ایک عجوبہ ہے اور ایسی عجوبہ ہے جیسی کہ مسلمانوں کی یہ نئی جماعت ہے - اس کا عالمانہ طرز اور تحلیف و اخراجات اس بات کا کافی طور پر اظہار کرتے ہیں کہ یہ نئی جماعت جس کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اب ہر جگہ خوب پھیل رہی ہے - اور اس قابل ہو گئی ہے کہ مالابار تک اپنے حلقہ اثر کی توسیع کرے "

جس صفائی سے مذکورہ بالا معزز اخبار نے انگریزی ترجمۃ القرآن کی تعریف کی ہے - خود الفاظ سے ظاہر ہے جہاں یہ رائے اہل علم کے نزدیک اس بات کی سفارش کا باعث ہوگی - کہ وہ ترجمۃ القرآن سے بہرہ اندوز ہوں وہاں اِس بات کا بھی ثبوت ہے - اور زبردست ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایسے انسان دے رکھے ہیں - جن کی قابلیت اور انگریزی دانی پر ایک انگریزی اخبار کے انگریز ایڈیٹر کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ "انجمن مترجمان میں کچھ برطانوی احمدی ہیں" مولوی محمد علی صاحب جو ایک رسالہ کے ایڈیٹر کے یہ لکھنے پر کہ مرزا غلام احمدؑ نے ایک انگریز چھپا رکھا ہے - جو خاص انگریزی محاورات استعمال کرتا ہے اسقدر اُچھلے کودے تھے کہ بس - کہ ان کے جانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے اس سلسلہ کو کسی قسم کا ضعف نہیں پہونچا - بلکہ ہر ایک بات میں نمایاں کامیابی عطا کر دی ہے - مولوی صاحب موصوف اور ان کے مداحوں کو ان کی انگریزی دانی پر بڑا گھمنڈ تھا - اور شاید ابھی تک ہے - لیکن وہ دیکھ لیں - کہ مدراس ٹائمز نے جن الفاظ کو خاص طور پر کوٹ کیا ہے - اس کا بیشتر حصہ ایک ایسے شخص کی قلم کا ترجمہ شدہ ہے - جو نہ تو مولوی محمد علی صاحب کی طرح ایم - اے کی ڈگری حاصل کردہ ہے - اور نہ اپنی قابلیت اور لیاقت پر کسی قسم کا گھمنڈ رکھتا ہے یہ ثبوت ہے اِس بات کا کہ خدا تعالےٰ نے ہماری جماعت کے کسی قسم کی ڈگری نہ رکھنے والوں کو بھی وہ قابلیت اور لیاقت عطا فرما دی ہے - جو دوسرے ڈگری یافتوں میں بھی نہیں

اخیر پر ہم مولوی محمد علی صاحب اور ان کے مداحوں سے پُوچھتے ہیں کہ کیا یہ اِس بات کا ثبوت نہیں ہے - کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نُصرت ہمارے ساتھ ہے - اور جب خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہوئی - تو ثابت ہو گیا کہ حق ہمارے ہی پاس ہے - مولوی محمد علی صاحب اب بھی وہی مولوی محمد علی ہیں - جو ۱۹۰۲ء میں تھے اور آئندہ بھی وہی رہینگے - لیکن وہ اور ان کے ثناخواؤں کو اس بات کے سننے سے ناامید ہو جانا چاہیئے - کہ اب بھی ان کی کوئی تحریر کسی معقول پسند انسان سے فی الواقعہ خراج تحسین حاصل کر سکے گی *

النظر

گورنمنٹ برطانیہ کی چالیس برکات

اس نام سے جناب مفتی محمد صادق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار بدر نے ایک رسالہ شائع کیا ہے - جس کی موجودہ زمانہ میں عوام کے لئے خاص ضرورت اور حاجت تھی - رسالہ مذکور جس موضوع پر لکھا گیا ہے - اسکی تشریح اور تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں - کیونکہ جماعت احمدیہ کے ہر ایک فرد کو اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کی برکات کے دیکھنے کے لئے جو چشم بصیرت عطا کیگئی ہے - وہ خود نہایت باریک بین اور حقیقت شناس ہے - مکرم مفتی صاحب ایسے قابل قدر اور کہنہ مشق مصنف کی یہ محنت اور مشقت قابل تعریف ہے جو بہت سے لوگوں کے لئے فائدہ کا موجب ہوگا - اس رسالہ کو اگر عوام الناس میں کثرت سے شائع کیا جائے تو بہت عمدہ نتائج کی اُمید کی جا سکتی اور گورنمنٹ کی بہت اعلیٰ درجہ کی خدمت ہے لیکن افسوس کہ رسالہ کی قیمت کسی قدر زیادہ یعنی آٹھ آنے ہے رسالہ کا سائز اخبار کے الفضل اتنا اور حجم ۴۴ صفحہ ہے - لکھائی چھپائی کو عمدہ بنانے کے لئے حتی الوسع کوشش کیگئی ہے - احباب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار صادق قادیان سے [illegible]

مشن کالج پشاور کے ایک پروفیسر کے چند اعتراضات اور اُن کے جوابات

(از جناب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منشی فاضل و مولوی فاضل)

۲۱ - جون ۱۹۱۶ء کے پرچہ اہلحدیث امرتسر میں کسی شخص نے جو مولوی عبدالعزیز کہلاتا اور اپنے آپ کو مشن کالج پشاور کا عربک پروفیسر ظاہر کرتا ہے۔ ایک مضمون زیر عنوان "قادیان کی عربی" شائع کیا ہے۔ جسمیں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ "کرامات الصادقین" (جو ماہ صفر ۱۳۱۱ھ ہجری میں شائع ہوئی تھی۔ اور جسکی نظیر لانے کے لئے تمام مخالف مولویوں کو خواہ وہ کسی شہر یا علاقہ میں رہتے ہوں۔ دعوت دیگئی تھی۔ اور اس غرض سے کہ ان کے سارے عذر ٹوٹ جائیں۔ انھیں اس کام کے لئے دو ماہ کی مہلت بھی دیگئی تھی۔ اور ساتھ ہی ایکہزار روپیہ بلکہ ایکہزار بیس روپیہ انعام بھی مقرر کیا گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ اگر ان کی پیش کردہ نظیر غلطیوں سے مبرا نکلے۔ تو وہ اس کتاب کرامات الصادقین کے عربی حصہ میں اور نیز اس سے پہلے کی شائع شدہ حضور کی عربی تصانیف میں جسقدر غلطیاں صرفی نحوی یا بلاغت کے رو سے ثابت کر دکھلائیں گے۔ انھیں ہر ایک غلطی کی بابت مبلغ پانچ روپیہ انعام دیا جائیگا۔ اور اگر وہ بالمقابل اس کتاب کی نظیر نہیں لائیں گے۔ تو آیندہ ان کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہوگی کہ وہ ادیب اور عربی دان ہیں۔ یا قرآن کریم کی حقائق شناسی سے ان کو کچھ بھی مس ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی بابت یہ پیشگوئی بھی شائع کی گئی تھی۔ کہ اگر کوئی مولوی شوخی اور چالاکی کی راہ سے مقابلہ پر آئے گا۔ تو وہ منہ کے بل گرایا جائے گا۔ اور شکست فاش کھا کر ذلیل و رسوا ہوگا) میں سے آج تیئس سال کے بعد تین چار فقرے نقل کر کے ان پر اعتراض کئے ہیں۔ کہ انمیں فلاں فلاں نحوی وغیرہ غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ مضمون کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کا لکھنے والا نہ صرف جاہل ہے۔ بلکہ ساتھ ہی اسکا دماغ اس قابل نہیں۔ کہ وہ کسی علمی بات کو سمجھ سکے۔ اور اسکا یہ عارضہ (خلل دماغ) اس حد تک پہنچا ہوا ہے۔ کہ اُسے خود بھی اسکا اقرار ہے اور اسکی وجہ وہ دوپہر کی گرمی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مضمون کو اسی ذکر کے ساتھ بدیں الفاظ شروع کرتا ہے کہ :-

"گرمیوں کی طویل و عریض دوپہر بھی انسان کو کچھ کم پریشان نہیں کرتی۔ کالج کے کام سے فارغ ہو کر بیٹھا ہوں۔ سوچتا ہوں کیا کروں۔ دماغ کسی علمی کتاب کے مطالعہ کے قابل نہیں" ٭

اگر مضمون نگار اس بارہ میں صرف اس بیان پر اکتفا کرتا۔ تو احتمال ہو سکتا تھا۔ کہ شائد اس نے تصنع کے طور پر ایسا ظاہر کیا ہے۔ لیکن اس نے ساتھ ہی علمی رنگ میں اسبات کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے۔ جس کے بعد اس کے مختل الدماغ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تصانیف کی زبان کے متعلق یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ

"تمام لوگ اسی کا یقین رکھتے ہیں۔ کہ یہ وہی عربی ہے جو جزیرہ نمائے عرب اور اُس مضافات میں کبھی بولی جاتی تھی جسمیں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ اور جسمیں آجتک کی تمام علمی کتابیں لکھی گئی ہیں" ٭

اور پھر ساتھ ہی چند سطروں کے فاصلہ پر یہ لکھتا ہے کہ :-

"مدعی کا دعوےٰ یہی ہے۔ کہ اس کی عربی قدماء اعراب کی عربی ہے۔ مگر یہ ایک ایسی بات ہے جس کو بجز مدعی مذکور کے شرق و غرب کے تمام مسلم و غیر مسلم عربی دان ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں مان سکتے" ٭

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں ظاہر کیا ہے۔ کہ اس کے لکھنے کے وقت اس نے اپنے خیالات پریشان کے عالم تلاطم امواج سے "کچھ عارضی رہائی" پائی تھی مگر جب دیکھا جاتا ہے۔ کہ ایک ہی کالم کے اندر بلکہ نصف کالم کے اندر اسقدر اختلاف ہے۔ اور نیز یہ کہ اس کے نزدیک آجتک عربی زبان کے سوا کسی عجمی زبان میں قطعاً کوئی علمی کتاب کسی موضوع پر نہیں لکھی گئی۔ تو اسکے اس بیان کی صداقت میں شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ اس مضمون کے لکھنے کے وقت بھی اسکے دماغ کو خیالات پریشان سے کچھ عارضی رہائی حاصل ہو گئی تھی۔ اور اگر اس کے اس بیان کو سچا سمجھ لیا جائے۔ تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عام حالتوں میں بجائے جبکہ اس کے افاقہ کی حالت نہو۔ اس کے دماغ کی کیا کیفیت اور کیا حالت ہوتی ہوگی ٭

پروفیسر مذکور نے اپنے مضمون میں اپنی جہالت کا ثبوت دینے میں بھی کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ ایک طرف تو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں پر جسقدر اعتراضات کئے ہیں۔ وہ سب جاہلانہ اور سراسر اس کی نادانی پر مبنی ہیں۔ اور دوسری طرف اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی اردو عبارت میں بھی ایسی ایسی فاش غلطیاں کی ہیں۔ جنکا وقوع ایک مبتدی سے بھی متوقع نہیں چونکہ اس جگہ اس کی مغوات پر تفصیلی بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے نمونہ کے طور پر ان میں سے صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس نے مذکورہ بالا اپنے دو متضاد بیانوں میں سے موخر الذکر بیان میں (لفظ اعراب کو لفظ عرب کی جمع اور عرب کو اعراب کا مفرد سمجھ کر) لفظ عرب کی جگہ لفظ اعراب رکھا ہے۔ جیسا کہ اس کے اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ

"مدعی کا دعوےٰ یہی ہے۔ کہ اس کی عربی قدماء اعراب کی عربی ہے" ٭

ظاہر ہے کہ لکھنے والے کا مقصود قدماء اعراب سے اپنے عرب ہیں۔ نہ بدو لوگ۔ کیونکہ زبان عرب اعرابیوں یعنی ملک عرب کے بادیہ نشین لوگوں کی طرف منسوب نہیں ہوتی بلکہ ان عربی الاصل لوگوں کی طرف منسوب ہوتی ہے جو ملک عرب کے دیہات۔ قصبوں اور شہروں میں آباد تھے۔ پس مضمون نگار نے ظاہر تو اس مدعا کو کرنا چاہا تھا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ لیکن اس کے لئے لفظ اعراب کا رکھا ہے۔ حالانکہ ادنےٰ سے ادنےٰ عربی خوان طلباء بھی جانتے ہیں۔ کہ لفظ اعراب عرب کی جمع نہیں۔ چنانچہ علامہ جوہری اپنی مشہور و معروف لغت کی کتاب صحاح میں لکھتا ہے ٭

"ولیس الاعراب جمعاً لعرب کما کان الانباط جمعاً لنبط وانما العرب اسم جنس" -

اور تاج العروس میں ازہری سے منقول ہے۔ کہ

"رجل عربی اذا کان نسبہ فی العرب ثابتاً

وان لم یکن فصیحاً وجمعہ العرب لے بحذف الیاء .... ورجل اعرابی بالالف اذا کان بدویاً .... ویجمع الاعرابی علے الاعراب"۔

معلوم نہیں کہ ایسے جاہل شخص کو جسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ جن لوگوں کی طرف عربی زبان منسوب ہوتی ہے وہ اعرابی نہیں۔ بلکہ عربی کہلاتے ہیں۔ اور اعرابی کہلانا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ (جیسا کہ تاج العروس میں لکھا ہے۔ الاعرابی اذا قیل لہ یا عربی فرح بذلک وہش۔ والعربی اذا قیل لہ یا اعرابی غضب) کیوں ایسی ذمہ واری کے کام پر لگایا گیا ہے۔ ایسے شخص کا کام کسی کالج میں بجز طلباء کی تضیع اوقات بلکہ ان کا کام تمام کرنے کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بقول شخصے ؎

گرہمیں مکتب است و ایں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

اب ہم ذیل میں مختصراً اشارہ کے طور پر ان کے اعتراضوں کے جواب (قولہ اور اقول کے نیچے) لکھتے ہیں۔ اگر پروفیسر صاحب نے العاقل تکفیہ الاشارۃ کے خلاف اشارہ سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو عند الضرورت انشاء اللہ تعالے دوسرے رنگ میں جو جاہل کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ مفصلاً ان کے علم و عقل کی حقیقت کھول دی جائیگی۔

قولہ - (رسالۃ مبارکۃ المسماۃ کرامات الصادقین میں)" موصوف و صفت کی عدم مطابقت۔ یعنی المسماۃ غلط ہے۔ مسماۃ چاہیئے"۔

اقول - (اولاً) جائز ہے۔ کہ ھذہ مبتدا موصوف اور المسماۃ اس کی صفت ہو۔ اور رسالۃ خبر موصوف اور مبارکۃ اس کی صفت ہو۔ اور تقدیر عبارت یوں ہو ھذہ المسماۃ کرامات الصادقین رسالۃ مبارکۃ۔

(ثانیاً) اگر بطور فرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ اس جگہ لفظ مسماۃ پر اَل داخل کرنا صحیح نہیں۔ تو بھی اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جب حضرت اقدسؑ کی کئی درجن عربی تصانیف میں موصوف اور صفت کی مطابقت فی التعریف والتنکیر کا التزام موجود ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس جگہ اسے سہو کتابت پر محمول نہ کیا جائے۔

قولہ - (ولئن یات برسالۃ مثلہا فلہ انعام الف۔ میں)" من یہاں دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ شرطیہ یا موصولہ۔ مگر دونوں صورتوں میں عبارت غلط ہے۔ صورت اولی میں لام اسپر مقدم ہے۔ اور کلمات شرطیہ ہمیشہ صدر کلام میں ہوا کرتے ہیں۔ ان سے پہلے کوئی عامل نہیں ہوتا"۔

اقول - (اولاً) یہاں مَن موصولہ کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شرطیہ ہے۔ کیونکہ اس کے بعد فعل مضارع (یات) کا مجزوم ہونا اور فلہ جزائیہ کا آنا اس کی شرطیت کی تعیین کر رہا ہے۔ اسپر جو لام آیا ہوا ہے۔ وہ عامل یعنے جارہ نہیں ہے۔ بلکہ ابتدائیہ ہے۔ جسے آپنے اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے جارہ سمجھا ہے۔ اور لام ابتدائیہ کا مقام بھی صدر کلام ہی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کلمات شرط سے پہلے آ سکتا ہے۔ کلمات شرط کے لئے صدریت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان سے پہلے کوئی ایسا لفظ بھی نہ آ سکے۔ جسکا اقتضاء خود صدریت کا ہو۔ اللہ تعالے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ اس آیت میں اِن حرف شرط پر لام قسمیہ آیا ہوا ہے۔ جو گویا پروفیسر صاحب موصوف کے نزدیک غلط ہے۔ اور اس غلطی کا مرتکب (معاذ اللہ) اللہ تعالے ہے۔ اس کی نظیریں قرآن کریم میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں موجود ہیں۔

(ثانیاً) پروفیسر صاحب کا یہ قول کہ "کلمات شرطیہ ہمیشہ صدر کلام میں ہوا کرتے ہیں۔ ان سے پہلے کوئی عامل نہیں ہوتا" اسمیں عامل کی قید سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ کوئی لفظ خواہ عامل ہو یا غیر عامل ایسے طور پر ان کے ساتھ نہیں آ سکتا۔ کہ انکی صدریت کا منافی ہو۔ بجز اس صورت کے کہ خود وہ لفظ بھی صدریت چاہتا ہو۔ لیکن یہاں تو مَن شرطیہ سے پہلے آنے والا لام عامل ہی نہیں۔ پس اس جگہ یہ کہنا کہ کلمات شرطیہ سے پہلے کوئی عامل نہیں آ سکتا۔ کمال درجہ کی جہالت ہے۔

قولہ - (فقرہ مذکورہ میں)" اہمال مطلب بکرّیر مہمل یعنے من یات پر لام داخل کیا ہے۔ اور آگے چلکر جواب کو بھی اس لام سے محروم نہ رکھا"۔

اقول - اہمال مطلب کا اعتراض تو پروفیسر صاحب نے محض تک بندی کے طور پر عبارت آرائی کے لئے کیا ہے۔ یا شاید ان کے بطن میں ہی رہا۔ جسے وہ دماغی پریشانی کے باعث بیان نہیں کر سکے۔ اس لئے جواب سے معذوری ہے۔ اور تکریر مہمل کے اعتراض کا جواب اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ کہ یہ محض آپکی خوش فہمی کا نتیجہ ہے۔ تکرار کوئی نہیں ہے۔

قولہ - (فقرہ مذکورہ بالا میں)" لفظ انعام حشو قبیح ہے۔ ایسے موقعہ پر عربی میں اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے۔ من یاتنی برسالۃ مثلہا فلہ الف الخ یا انعم علیہ الف الخ"۔

اقول - لفظ انعام کو اس جگہ حشو قرار دینا اور پھر اس کا نام حشو قبیح رکھنا۔ کمال درجہ کی کور دماغی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس کے ترک سے اہمال مقصود لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ کسی کے ذمہ کسی دوسرے کے ہزار روپیہ ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے صورت مقصودہ (انعام) کو جب تک ذکر نہ کیا جاوے بظاہر اور متعین نہیں ہو سکتی۔ اور ابہام رہتا ہے پس لفظ انعام اس جگہ وہی کام دے رہا ہے۔ جو تمیز سے مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ (صفحہ ۲ میں) حضرت اقدسؑ نے اس لفظ کو بطور تمیز استعمال کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ فلہ الف من الدراھم المروجۃ انعاماً۔ غرض انعام الف اور الف انعاماً ایک ہی ہیں چنانچہ مفصل میں تمیز کی بحث میں مثلہ طاب زید نفساً۔ تصبب الفرس عرقاً۔ اور اشتعل الراس شیباً کی بابت لکھا ہے۔ والاصل وصف النفس بالطیب والعرق بالتصبب والشیب بالاشتعال وان یقال طابت نفسہ وتصبب عرقہ واشتعل شیب راسی۔

اور اگر اس جگہ پروفیسر صاحب کی دوسری مجوزہ عبارت (انعم علیہ الفاً) رکھی جائے تو معنے ہی بگڑ جائیں گے کیونکہ موجودہ عبارت (فلہ انعام الف) ظاہر کرتی ہے۔ کہ فریق مقابل کا میرے ذمہ حق لازم ہو جائیگا۔ لیکن انعم علیہ الفاً سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ باوجود فریق مخالف کے میری شرط کو پورا کر دینے کے اسکا کوئی حق میرے ذمہ لازم نہ ہوگا۔ بلکہ محض بطور تبرع انعام دیا جائیگا۔ وشتان ما بینہما۔

قولہ - (ان ھذہ الرسالۃ معیار لتنقید امری ...... فاتو برسالۃ من مثلہ۔ میں)" مثلہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے۔

..... ضمیر مذکر مؤنث کی طرف کیونکر راجع ہو سکتی ہے۔

اقول - پروفیسر صاحب کا یہ اعتراض بھی ان کی نادانی پر مبنی ہے۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ حمل اللفظ علے المعنے بلغاء کا اسلوب کلام ہے۔ جس کے اعتبار سے بسا اوقات مذکر کو مؤنث کا اور مؤنث کو مذکر کا حکم دیا جاتا ہے۔ مثلاً نفس کا لفظ عربی زبان میں مؤنث ہے۔ مگر بعض دفعہ اس کے ساتھ مذکر والا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور اس میں رعایت اس کے مدلول کی کیجاتی ہے اور شخص کے لفظ کو جو مذکر ہے۔ مؤنث کا حکم دیا جاتا ہے قرآن کریم میں اس قسم کی نظیریں بکثرت موجود ہیں۔ جیسے السماء منفطر بہ۔ احیینا بہ بلدۃ میتا۔ مما فی بطونہ۔ فلما رای الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا اکبر۔ الی غیر ذالک من الایات۔ اس جگہ رسالہ کا لفظ کتاب پر محمول کرکے اس کے لئے مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی جائز ہے۔ کہ رسالہ کے لفظ پر معیار کے حمل کے اعتبار سے اس کے لئے مذکر کی ضمیر لائی گئی ہو۔ نیز فقرہ مذکورہ بالا سے تین سطریں نیچے حضور نے لفظ رسالہ کو کلام پر محمول فرما کر اس کی مثل کلام لانے کے لئے لکھا ہے اور اس بنا پر اس کے لئے مذکر کی ضمیر استعمال فرمائی ہے سو وہی حمل یہاں بھی جائز ہے۔

قولہ - (مع کونکم خادی الوفاض ہیں) کون کی خبر مفرد ہے۔ اور اسم جمع "۔

اقول - جہالت کا ستیاناس ہو۔ اس کی ظلمت میں انسان اندھوں سے بھی بدتر حالت میں ہوتا ہے۔ اس جہالت نے پروفیسر صاحب سے ایسے ایسے بیہودہ اعتراض کرائے ہیں۔ کہ اگر ان کو اس ظلمت سے تھوڑی دیر کے لئے نکلنا نصیب ہو کر اپنے اعتراضات کی حقیقت معلوم ہو جائے تو غالباً عرق ندامت میں ڈوب کر مر ہی جائیں۔ بشرطیکہ ان میں کچھ مادہ شرم و حیا ہو۔ ایک مبتدی بھی جو ابھی علم نحو کا ابتدائی رسالہ نحو میر یا ہدایۃ النحو پڑھتا ہو۔ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں پر لفظ خادی جو الوفاض کی طرف مضاف ہے۔ مفرد نہیں۔ بلکہ صیغہ جمع مذکر سالم ہے جو کون کی خبر واقع ہونے کی وجہ سے منصوب بالیاء ہے۔ اور اعلال کے ذریعہ اسکا لام کلمہ اور اضافت کی وجہ سے نون اعرابی اس جگہ محذوف ہے۔

قولہ - (خادی الوفاض کی طرف اشارہ کر کے) "معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اس رسالہ کے لکھنے سے پہلے مقامات حریری کو رٹ لیا تھا"۔

اقول - یہ بھی پروفیسر صاحب کی جہالت ہی کا ایک کرشمہ ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہی اعتراض پہلے کفار کی طرف سے قرآن کریم پر کیا جا چکا ہے۔ نظیر کے طور پر دیکھو امرء القیس کا شعر۔

من القاصرات الطرف لو دب محول
من الذر فوق الاتب منہا لاثرا

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فیھن قاصرات الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان۔ اسی طرح امرء القیس کہتا ہے۔

ومن الطریقۃ جائر وھدی بجز قصد السبیل ومنہ ذو دخل (اس میں منہ کا مرجع الطریقۃ بھی بلحاظ تذکیر و تانیث قابل غور ہے) اور قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر۔

قولہ - ذوالذی بعثنی لالزامکم وافحامکم) عربی زبان کی کسی لغت میں الزام کے معنے الزام دینے کے نہیں"۔

اقول - یہ بھی جاہل پروفیسر کی جہالت ہی کا ایک کرشمہ ہے۔ کہ اس جگہ لفظ الزام سے مراد الزام دینا یعنے متہم کرنا سمجھا ہے۔ ایسا سمجھنے کی صرف یہ وجہ ہو سکتی تھی۔ کہ اس جگہ اس لفظ کے لغوی معنے مراد نہ لئے جا سکتے۔ اور قرائن سیاق و سباق کے رو سے پروفیسر صاحب کے بیان کردہ معنوں کے سوا کوئی معنے چسپاں نہ ہو سکتے۔ لیکن یہ دونوں پہلو اس جگہ متحقق نہیں ہیں۔ اس لفظ کے لغوی معنے ہیں دلیل کے ذریعہ کسی کو مغلوب کرنا (الزمتہ حجتہ اے غلبتہ بالحجۃ) سیاق و سباق صاف بتا رہے ہیں۔ کہ مراد اس جگہ یہی معنے ہیں۔ اور جو معنے پروفیسر صاحب نے بیان کئے ہیں۔ ان کی طرف تو کسی عربی دان کا وہم بھی نہیں جا سکتا۔ یہ انہی کے طبع زاد معنے ہیں۔ جو شاید اسی دماغی عارضہ کے دورہ کی حالت میں انہیں سوجھے ہیں جس کی انھوں نے اپنے مضمون کے شروع میں شکایت کی ہے۔

اور چونکہ وہ اپنے مضمون پر انعام حاصل کرنے کے بھی خواہاں ہیں۔ اس لئے امید ہے۔ کہ وہ اپنے بیان کردہ معلم بالبدیہہ شیطان کا لقب اپنے لئے ہی مخصوص رکھیں گے۔ اور اپنی ان اباطیل کو کسی اور شیطان کی طرف منسوب نہیں کریں گے۔

مضمون نگار کی اور اس کے مضمون کی حقیقت کھول چکنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اخبار مذکور کے ایڈیٹر (ثناء اللہ) کی فضیلت کی قلعی بھی کھول دی جائے۔ اگر ثناء اللہ اس مضمون کے کسی حصہ کے متعلق اپنی کوئی رائے ظاہر نہ کرتا۔ تو بھی وہ ایسے جاہلانہ مضمون کو اپنے اخبار میں جگہ دینے کی وجہ سے اسکی لغویات اور جہالتوں کا ذمہ وار تھا۔ لیکن اس نے مضمون مذکور کے ایک حصہ کی تغلیط کرکے خود ظاہر کر دیا ہے۔ کہ اس کے باقی حصوں کے ساتھ اسے اتفاق ہے اور وہ اس کی صحت کا خود ذمہ وار ہے۔ ثناء اللہ نے مضمون کے جس حصہ کی تغلیط کی ہے۔ وہ مضمون نگار کا یہ اعتراض ہے کہ مع کونکم خادی الوفاض۔ میں لفظ خادی مفرد ہے۔ ثناء اللہ اس پر حاشیہ میں نوٹ لکھتا ہے۔ کہ فیہ شیئ یعنے یہ تمہاری جہالت ہے۔ کہ اس لفظ کو اس جگہ مفرد سمجھے ہو۔ یہ یہاں مفرد نہیں۔ بلکہ بصیغہ جمع ہی واقع ہوا ہے۔ جسے تم نے اپنی جہالت کی وجہ سے مفرد سمجھا ہے۔ غرض اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ثناء اللہ کے نزدیک اس کے باقی اعتراضات وغیرہ درست ہیں۔ حالانکہ ایک مبتدی بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ سراسر جہالت پر مبنی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ بھی کچھ کم جاہل نہیں۔ اور اگر اسے علم عربیت سے کچھ مس تھا بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کی وجہ سے وہ اسے بھی ہاتھ سے دے چکا ہوا ہے۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ مولوی عبد العزیز جہالت میں ثناء اللہ سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ثناء اللہ نے آخر اتنا تو سمجھ لیا۔ کہ مع کونکم خادی الوفاض میں لفظ خادی مفرد نہیں بلکہ جمع ہے۔ لیکن مولوی عبد العزیز عربک پروفیسر مشن کالج اتنا بھی نہیں جانتا۔

(والبقیۃ تاتی)
(انشاء اللہ)